



امام الشاہ احمد نورانی

اور

سیاستِ اسلامیہ

حضرت علامہ
مولانا مفتی محمد بخش شیر قادری
ایم اے اسلامیات و خطیب سنی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی

مفتی امجدہ محمد امجد شاہ احمد نورانی صاحب مدظلہ العالی

رابطہ: 0321-2907739

مختصر در کتب فی الدین والعلوم

بلغ العالی بحالہ

کشف اللہ فی بحالہ

حسد جمیع خصالہ

صلی اللہ علیہ وسلم

غیاۃ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعیدی

کتبہ گزہ

امام شاہ احمد نورانی صدیقی اور سیاست اسلامیہ:

حضرت شیخ امام شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ سے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے ہر شعبہ میں جو عظیم خدمات لیں، ان کی نظیر ماضی کی کئی صدیوں میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی، حضرت امام شاہ احمد نورانی کے دینی، سیاسی، ملی، افکار کی تشریح و توضیح کے ضمن میں فقیر راقم الحروف نے قدم بڑھایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے منزل تک پہنچائے۔

میرے سامنے امام شاہ احمد نورانی کی خدمات کے بے شمار پہلو ہیں، ان میں سے اس وقت کتاب ہذا کے موضوع کے پیش نظر عہد حاضر میں سیاست اسلامیہ اور امام شاہ احمد نورانی صدیقی کی فکری، عملی خدمات، مذہبی سیاست کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ایک واضح تصور ابھر کر سامنے آتا ہے، مگر آج کی دنیا میں جو سیاسی نظام عملاً قائم ہیں، ان کے دیئے ہوئے تصورات لوگوں کے دل و دماغ پر اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ ان کے اثرات سے اپنی سوچ کو آزاد کرنا بہت مشکل ہو گیا ان بناوٹی نظاموں نے کچھ چیزوں کو اچھا اور کچھ کو برا قرار دیکر اپنے ان نظریات باطلہ کا پروپیگنڈا اتنی شدت کے ساتھ کیا ہے کہ لوگ اس کے خلاف کچھ کہنے یا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اول تو اس لئے کہ پروپیگنڈے کرنے والوں نے لوگوں کے ذہن ہی ایسے بنادئے ہیں کہ ان باطل نظریات کو ایک مسلم سچائی کے طور پر قبول کر لیا ہے۔

دوم: اگر کوئی مذہبی شخص ان کے نظریات باطلہ سے اختلاف بھی رکھتا ہو تو ان کے خلاف کچھ بولنا دنیا بھر کی ملامت اور طعن و تشنیع کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

اس لئے وہ خاموشی میں ہی عافیت سمجھتا ہے ایسی حالت میں امام شاہ احمد نورانی صدیقی

کے افکار سیاسی، جو بنیادی طور پر مغربی انداز سیاست سے متاثرہ لوگوں کو بھینکا اچھے محسوس نہیں ہوتے، مگر یاد رہے کہ یہ افکار امام شاہ احمد نورانی صدیقی کے ذاتی افکار نہیں ہیں، بلکہ ان کی بنیاد قرآن و سنت اور خلافت راشدہ کے طرز عمل پر ہے اور ان کے پیچھے نقلی اور عقلی دلائل کی مضبوط طاقت ہے، اس لئے ان کا مطالعہ اور ان افکار سیاست پر ٹھنڈے دل اور غیر جانبدار ذہن سے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے غور کرنا بہت ضروری ہے، تاکہ حقیقت حال واضح ہو سکے۔

امام شاہ احمد نورانی کہتے ہیں کہ اسلام میں سیاست کا مقام اور اسلام کا نظام حکومت اور حکومت کے فرائض اور اسلام میں سیاسی جدوجہد کا طریقہ کار امام شاہ احمد نورانی نے مذہبی سیاست میں ثابت قدمی کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ دور حاضر میں جب بہت سے باطل نظریات کی آمیزش نے سیاست کے بارے میں اسلامی تعلیمات کو دھندلا کر دیا ہے اور سیاست کو بدنام کر کے رکھ دیا، مگر امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے اسلامی سیاست کی اور لوگوں کو اسلامی سیاست کی صحیح شکل و صورت بتائی، اور پروپیگنڈے کرنے والوں کے شور و شغب سے مرعوب نہیں ہوئے۔

آج کل کے مغربی تعلیم یافتہ یہ کہتے ہیں کہ مذہب کا سیاست میں کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے، اور مذہب و سیاست دونوں کا دائرہ عمل مختلف ہے دونوں کو اپنے اپنے دائرے میں ایک دوسرے کی مداخلت کے بغیر کام کرنا چاہیے، دین و سیاست کی تفریق کا یہی نظریہ عہد حاضر میں ترقی کر کے "سیکولرزم" کی شکل اختیار کر گیا، جو آج کے نظامہائے سیاست میں مقبول ترین نظریہ سمجھا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اسلام میں اس نظریے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اور یہی امام شاہ احمد نورانی صدیقی کی امت مسلمہ کو تعلیمات ہیں کہ اسلام کی تعلیمات چونکہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق ہیں جن میں سیاست بھی داخل ہے، اس لئے اسلام میں سیاست کو دین و مذہب سے بے تعلق رکھنے کا کوئی جواز شرعاً، عقلاً موجود نہیں ہے۔

امام شاہ احمد نورانی صدیقی کا کہنا ہے کہ عہد حاضر میں بہت سے مسلمانوں نے جن میں علماء، صوفی پیر، شیخ، نے عیسائیت اور سیکولرزم کے اس باطل نظریے کی بھرپور مدد کی، اور اس

باطل نظریے کو پروان چڑھایا، امام شاہ احمد نورانی ایسے لوگوں کی تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیاست دین سے الگ نہیں ہے، بقول اقبال مرحوم

جدا ہوا دین سے سیاست تو رہ جاتی ہے چنگیزی

امام شاہ احمد نورانی سیاست باطلہ کے نظریے کی کیوں تردید کرتے ہیں، اس لئے کہ دین اسلام دین و سیاست کی تفریق کے اس نظریے کی پرزور تردید کرتا ہے۔

امام شاہ احمد نورانی کا یہ بھی کہنا ہے کہ لوگوں نے سیکولرزم کی تردید کے جوش میں ایک نہایت باریک غلطی کی ہے مگر دیکھنے میں بڑی باریک اور معمولی ہے مگر اس کے اثرات زیادہ ہو سکتے ہیں اور ہوئے ہیں وہ یہ کہ سیکولرزم کی تردید کے جوش میں سیاست کو اسلامی بنانے کے بجائے اسلام کو سیاسی بنا دیا ہے، کہنا یوں تھا سیاست کو دین سے الگ نہ ہونا چاہیے۔ لیکن کہا یوں دین کو سیاست سے الگ نہیں ہونا چاہیے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام کے بہت سے احکام سیاست و حکومت سے متعلق ضرور ہیں اور ایمان کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ہر مسلمان دین اسلام کے دوسرے احکام کی طرح ان احکام پر بقدر استطاعت عمل کرنے اور کرانے کی کوشش کرے۔

حاکم کا فرض ہے کہ وہ اسلامی احکام کو نافذ کرے، اور انہی احکام کے مطابق حکومت کرے، اور عوام کا فرض ہے کہ وہ شرعی احکام کے مطابق ایسی حکومت کے قیام کی کوشش اور اگر وہ قائم ہو جائے تو اس حاکم وقت (امام زماں) کی اطاعت کریں۔

فصل نمبر ۵:

امام شاہ احمد نورانی بایکاٹ اور ہڑتال کا شرعی حکم کرتے

ہوئے کہتے ہیں:

مثلاً حکومت سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے آج کل ہڑتالوں کا طریقہ اختیار کیا

جاتا ہے، اگر بات صرف اس حد تک ہوتی کہ لوگ اپنی خوشی سے احتجاجاً کاروبار بند کر دیں تو دوسرے مفاسد کی عدم موجودگی میں اسے ایک مباح تدبیر کہا جاسکتا تھا، لیکن ایسی ہڑتال جو لوگوں نے کلیتہً اپنی خوشی سے کی ہو آج دنیا میں اس کا وجود بہت کم ہے، اکثر و بیشتر تو لوگوں کو ان کی خواہش اور رائے کے برخلاف ہڑتال میں حصہ لینے پر مجبور کیا جاتا ہے اگر کوئی حصہ نہ لے تو اس کو جسمانی اور مالی اذیتیں دی جاتی ہیں، سنگباری اور آتش زنی تو ہڑتال کا لازمی حصہ بن گئے ہیں، سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے لوگوں کے لئے اپنی ضرورت سے چلنا پھرنا مسدود کر دیا جاتا ہے۔

چلتی ہوئی گاڑیوں پر پتھراؤ ہوتا ہے بہت سے لوگ اس قسم کی ایذا رسانیوں کے خوف سے اپنا کاروبار بند رکھتے ہیں کہ کہیں "دہشت گرد نہ آجائے" اور ایسا ہوتا بھی ہے۔

جو ضرورت مند شخص باہر نکلنے پر کسی خاص وجہ سے مجبور ہو، وہ ہر وقت جانی و مالی نقصان کے خطرے میں رہتا ہے اور بسا اوقات کوئی نہ کوئی بے گناہ، دہشت گردوں کے ہاتھوں مارا جاتا ہے، بعض مرتبہ مریمیں علاج کو ترس کر رخصت ہو جاتے ہیں اور بہت سے غریب لوگ فاقہ کشی کا شکار ہو جاتے ہیں، پاکستان میں خصوصاً کراچی شہر میں ۱۹۸۵ء کے بعد اور ۱۹۹۹ء تک تقریباً دہشت گردوں نے ہائیڈرکات اور ہڑتالیں اپنے مخصوص مقاصد کرنے کے لئے کیں جن میں ہزاروں بے گناہ مسلمان موت کے گھاٹ تک پہنچا دیئے گئے، یہ تمام باتیں ہڑتال کا ایسا لازمی حصہ بن گئی ہیں کہ ان کے بغیر کسی "کامیاب ہڑتال" کا تصور نہیں ہو سکتا، ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں شرعاً حرام و ناجائز ہیں اور جو چیز ان حرام و ناجائز باتوں کا لازمی سبب بنے وہ کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ لہذا امام شاہ احمد نورانی فرماتے ہیں کہ دین اسلام نے ایسی ہڑتالوں، ہائیڈرکاتوں، کے مروجہ طریقوں کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے، تحریکات خلافت کے زمانے میں ترک موالات کے جو طریقے اختیار کئے گئے تھے ان میں ہڑتال بھی داخل تھی۔

ترک موالات کے تحت یہ تحریک چلائی گئی تھی کہ برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے

چنانچہ اہل تحریک نے ایسی دکانوں پر جو برطانوی مصنوعات فروخت کرتی تھیں رضا کار مقرر کر دیئے تھے، جو لوگوں کو جس طرح ممکن ہو وہاں سے خریداری کرنے سے روکتے تھے اگر خرید چکے ہوں تو ان کو واپسی پر مجبور کرتے تھے، نیز دکانداروں کو مجبور کرتے تھے، کہ وہ ایسی اشیاء اپنی دکانوں پر نہ رکھیں، اگر وہ نہ مانیں تو ان کو نقصان پہنچاتے تھے خواہ اس دکاندار کے پاس کوئی اور ذریعہ معاش نہ ہو، اور اس تجارت کے بند کرنے سے اس کے اہل و عیال پر فاقوں کی نوبت آجائے، امام شاہ احمد نورانی صدیقی ان طریقوں کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسے واقعات بھی متعدد گناہوں پر مشتمل ہے، صرف ایک مباح فعل کے ترک پر مجبور کرنا، نہ ماننے والوں کو ایذا دینا، مال جلانا، جان مارنا، جو بہت بڑا ظلم ہے اگر اس کو واجب شرعی بتلایا جائے تو شریعت کی تحریف و تغیر لازم آئے گی، یہ بھی شرعاً ظلم ہے اور ہڑتال کا بھی وہی حکم ہے اس میں بھی وہی خرابیاں ہیں جو بائیکاٹ کی بتائی گئی اور اگر ان احتجاجات مذکورہ میں شرکت نہ کرنے پر ایذا جسمانی کی بھی نوبت آجائے جیسے ہمارے ملک پاکستان خصوصاً کراچی میں اور حیدرآباد وغیرہ شہروں میں ۱۹۸۵ء کے بعد دہشت گردوں کی طرف سے ہوا، تو یہ بہت بڑا گناہ ہونے کا ضرار مالی سے بھی اشد اور مٹانی اقتضائے اسلام ہے۔ "لہذا ہڑتال، بائیکاٹ" کے مروجہ طریقے شریعت کے خلاف اور ناجائز حرام ہیں، باقی رہی بھوک ہڑتال۔

بعض لوگ اپنے جائز ناجائز مطالبات منوانے کے لئے بھوک ہڑتال بھی کرتے ہیں اگر کوئی گرفتار ہو جائے اور جیل میں یا گرفتار نہ ہو، پھر بھی اپنے مطالبات منوانے کے لئے بھوک ہڑتال کرتے ہیں، یہاں تک کہ جیل میں بھوک ہڑتال کرنے والے کئی جیلوں میں مر بھی جاتے ہیں اور اندھی قوم میں ان کی مدح کی جاتی ہے، حضرت امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے ہزار مرتبہ سے زیادہ بھوک ہڑتال کی شرعاً تردید کی اور بھوک ہڑتال سے مرنے والوں کی موت کو خود کشی اور حرام کی موت قرار دیا، فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ وَلِهَذَا هَدَيْتُكُمْ كِتَابَ الْإِسْلَامِ، فَمَا مِنْكُمْ كَمَا هُمْ، حَالَةَ الْمَخْمَصَةِ، وَلِهَذَا الْعِ

۶
یہ، فامتناعہ عن تناول کا متناعہ من تناول الطعام الحلال حتی تلفت نفسه
او عضوه، لکان اثماء الخ.

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جان بچانا اس درجہ فرض ہے کہ اگر حالت اضطرار میں
اندیشہ مر جانے کا ہو اور مردار کھانے سے جان بچ سکتی ہو تو اس کا نہ کھانا اور جان دے دینا
معصیت ہے چہ جائیکہ طعام حلال کا ترک اور اس فعل کی مدح کرنے میں تو اندیشہ کفر ہے کہ
صریح تکذیب ہے، شریعت کی کہ شریعت جس فعل کو مذموم کہتی ہو یہ اس کو محمود کہتا ہے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ امام شاہ احمد نوری ایسی تمام چیزوں پر یقین نہیں رکھتے
(راقم الحروف) قارئین کرام ہم اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے جب تک ہم میں
سے کوئی شرعی طریقے سے بڑا (امام) نہ ہو اس وقت سب سے بڑی وجہ ناکامی کی یہی ہوئی کہ
مسلمانوں کے سر پر کوئی بڑا (امام) (امیر) نہیں، نہ مسلمانوں کی قوت کسی مرکز پر جمع ہے اور نہ
ہو سکتی ہے جب تک کہ بالاتفاق ایک کو بڑا (امام) نہ بنالیں، اگر ہمارا امام ہو تو ہمارے سب
کام ٹھیک ہو سکتے ہیں امام کی پوری پوری اطاعت کی جائے اور اگر امام کی اطاعت کرتے ہوئے
جان بھی چلی جائے تو کوئی حرج نہیں، خیر القرون میں دو ہی صورتیں تھیں کہ قوت کے وقت
مقابلہ، اور عدم قوت کے وقت مبر، اس کے سوا سب من گھڑت تدابیر ہیں، اس لئے ان
ہڑتالوں، ہائیکانوں، بھوک ہڑتالوں وغیرہ میں خیر و برکت نہیں بلکہ گناہ کے سوا کچھ نہیں۔

عزیز قارئین کرام حضرت امام شاہ احمد نوری صدیقی نے ہمیشہ اصولوں کی سیاست
کی شریعت کے اندر رہ کر سیاست کو عبادت سمجھ کر کیا بڑے بڑے حکمرانوں کو غلطی پر برسر
میدان، اعلانیہ ٹوکا اور اچھے کاموں پر ان کی ملک و ملت کی بقاء کے لئے مدد کی اور خیر القرون
کی سیاست کے تقاضوں کو مد نظر رکھا ابھی جب کہ افغانستان پر مشکل کا وقت اور ملک عزیز
پاکستان پر بھی سخت مشکل کا وقت تھا، مگر امام شاہ احمد نوری نے پاکستان کے جید علماء کرام و
مشارع کی مشاکبہ وقت بلا کر ان کو دونوں اسلامی ملکوں کی موجودہ صورت حال سے نہ صرف

باخبر کیا بلکہ اپنی ذمہ داریوں سے بھی باخبر کیا کہ اس وقت ہمارا کیا کردار ہونا چاہیے، آپ نے
ایسے جلوس، احتجاج، ہڑتالیں کہ جن میں ملکی مسلمانوں کو مزید کسی پریشانی سے دوچار کر دیا جائے
سختی سے منع کیا ہاں پر امن جلے کئے جائیں اور یہودیوں کی بنائی ہوئی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا
جائے اور مسلمانوں دکانداروں کو جا کر پر امن طریقے سے دین اسلام کی روشنی میں کہا جائے کہ
بھائی ان یہودیوں کی مصنوعات کی خرید و فروخت مت کرو، اور یہ تو ہوا مگر کسی جگہ سے اس سلسلے
میں لڑائی جھگڑا، نعوذ باللہ قتل و غارت گری کی ہرگز نوبت نہیں آئی، دوسری طرف افغانستان کے
مسلمان بھائی کے لئے جو کچھ ہو سکتا تھا ان کی خوراک، بستر، ادویات کے سلسلے میں بہت کچھ کیا
اور وہاں تک پہنچایا بھی، مگر جن لوگوں نے غیر شرعی طریقے سے محض جذبات کی بنا پر غلط قسم کی
کاروائیاں کی ان کا حشر بھی لوگوں نے دیکھا، باقی وہ لوگ افغانستان کے مسلمانوں کے لئے
کچھ بھی نہ کر سکے، امام شاہ احمد نوری صدیقی نے جہاد کا نفرین بھی ان سے زیادہ کیں، ملک
کے کونے کونے شہر، شہر، گاؤں، گاؤں اپنی آواز حق پہنچائی، مگر شرعی طریقہ کار سے یہی کچھ عراق
کے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی امام شاہ احمد نوری اور ان کی جماعت نے کیا تھا آپ پر تو ملکی
بغاوت کا کوئی کیس نہیں ہوا، اس سے قبل ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۷ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں
تشریف لے گئے تو سبحان اللہ وہ کارنامے سرانجام دئے جو رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے،
بہر حال امام شاہ احمد نوری صدیقی نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے کسی کا قرب یا کسی سے دوری کا
راستہ کبھی اختیار نہیں کیا۔

اس سلسلے میں آپ کی زندہ مثالیں موجود ہیں، آپ نے بڑے بڑے
جابرین، ظالموں، دہشت گردوں کا مقابلہ ایمانی قوت سے کیا اور ملک و ملت کی خدمت کے
سلسلے میں آواز حق بلند کرتے رہے، مورخ دہشت گردی کا دور اور امام شاہ احمد نوری صدیقی کا
کردار ضرور لکھے گا۔

مولانا شاہ احمد نورانی اور بین الاقوامی سیاست

آج مسلمان دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ ایک محتاط تخمینے کے مطابق دنیا بھر میں ان کی تعداد کم و بیش ایک ارب 20 کروڑ ہے۔ 53 آزاد مسلم مملکتوں میں ایک ارب کے لگ بھگ مسلمان بستے ہیں۔ یہ مسلم مملکتیں دنیا کے تیس (23) فیصد رقبے پر محیط ہیں۔ ان کے علاوہ مسلم آبادی مشرقی اور وسطی یورپ میں بھی آباد ہے۔ البانیہ میں تو مسلمانوں کی تعداد 80 فیصد ہے۔ یوگوسلاویہ میں بھی ان کی معقول تعداد آباد ہے۔ دنیا کے دیگر حصوں میں بھی مسلمان کافی تعداد میں موجود ہیں یورپ اور امریکہ میں عیسائیت کے بعد اسلام دوسرا بڑا مذہب ہے۔

یہ مسلمان مملکتیں شمالی افریقہ (مراکش) سے لے کر جنوب مغربی ایشیاء (انڈونیشیاء) تک پھیلی ہوئی ہیں۔ جغرافیائی اور ترویجی اعتبار سے یہ خطہ بحر اوقیانوس سے بحر الکاہل، بحیرہ قزویم اور بحر ہند کے درمیانی علاقہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور دنیا کے اہم تجارتی راستے مثلاً آبنائے جبرالٹر، بامبورس، مہر سوئز، باب المندب، آبنائے ہرمز، ملاکا اور سنڈاس ان ہی کے زیر اثر ہیں۔ خام مال اور افرادی قوت کے اعتبار سے بھی اسلامی دنیا مالا مال ہے اور عسکری طاقت کے اعتبار سے بھی اس کی طاقت مسلم ہے۔ ان سب عوامل کے باوجود آج عالم اسلام گونا گوں مسائل کا شکار ہے۔ دور حاضر میں امریکہ اپنے نیو ورلڈ آرڈر کو متعارف کروانے کے بعد واحد سپر پاور بن کر سامنے آیا ہے۔ وہ عالمی حقوق کا لبادہ اوڑھ کر عیسائیت و یہودیت کا مبلغ و محافظ ہے، تازہ ترین اطلاعات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امریکہ کی شہ پر پوپ جان پال نے جس طرح 98ء میں کیوبا کا دورہ کیا اور پھر دینی کن سٹی پیٹنچ کر کیوبا پر پابندیوں کے خاتمے کے حوالے سے امریکی صدر کو تجویز پیش کی۔ یہ اس کے مشنری جذبے کا اظہار تھا۔ یہ رپورٹ بھی شائع ہو چکی ہے کہ پوپ C.I.A کے لئے باضابطہ خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔

عالم اسلام کا جائزہ لیں تو ہمیں محدودے چند ایسی ہستیاں ملیں گیں جن کی نگاہ عالمی حالات پر ہوتی ہے اور جن کا کام بین الاقوامی سطح پر پہچانا جاتا ہے۔ پاکستان میں ایسی نمایاں شخصیت مولانا شاہ احمد نورانی کی ہے جو مسلمانوں کے جوہر کو بھی پہچانتے ہیں اور ان کے مسائل کو بھی سمجھتے ہیں۔ وہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ورلڈ اسلامک مشن کی شاخوں کا ہر سال تفصیلی دورہ کرتے ہیں۔ جہاں انکا واسطہ براہ راست ان ممالک کے حکمرانوں، ان کی پارلیمنٹوں اور قوانین سے پڑتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ہر جگہ عالمی سیاست کے بازیگروں کا انداز مختلف ہے۔ منافقت بھرا دھرمی معیار ان کا خاصہ ہے۔ امریکہ جیسے سپر پاور کی جمہوریت کے نام پر مارشل لاء کی حمایت انسانی حقوق کے نام پر انسانیت کا قتل ہر علاقہ اور ہر ملک میں الگ الگ عالمی اصولوں سے ماوراء حکمت عملی اس کی دورنگی کو واضح کرتی ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے خالق امریکن پالیسی سازوں کے نزدیک روس کے ٹکڑے ہونے کے بعد پوری دنیا ان کی رعایا کی حیثیت رکھتی ہے۔ میڈیا کی ترقی نے پوری دنیا کو ”گلوبل ولیج“ کی شکل دے کر جغرافیائی حدود کو کافی حد تک کم کر دیا ہے۔ دنیا بھر میں ہونے والے واقعات ہر گھر میں چھوٹی سی اسکرین پر لمحے بھر میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی نے دنیا کے کسی بھی خطے میں بسنے والے شخص کو گلوبل سٹیشنز کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔ اس کے بنیادی حقوق کے نگہبان ادارے این جی اوز کی شکل میں پوری دنیا میں کام کر رہے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نباض فطرت اور موصافہ کی فراست رکھنے والے شخص ہیں۔ انہیں دنیا کے بدلنے ہوئے حالات کا بخوبی ادراک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ انہوں نے مسلم قومیت اور مسلم امہ کی بات کی ہے۔ ان کی پالیسی ہمیشہ یہی رہی کہ پاکستان کو روس، امریکہ سمیت تمام ممالک سے تعلقات ضرور رکھنے چاہئیں مگر کسی پر انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ قرآن کے فرمان کے مطابق، یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ اس پر وہ مسلسل زور دیتے ہیں ان کی یہ کوشش رہی کہ دعوت و تبلیغ کیلئے کئے جانے والے دوروں کے دوران مسلم ممالک کے حکمرانوں کو اس بات کا احساس دلائیں کہ ان کے پاس سب کچھ ہے وہ مسلم امہ کی بنیاد پر سوچیں۔ وہ کہتے ہیں اقوام عالم کا ادارہ اقوام متحدہ کبھی مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ طاقتور امریکہ کی لوطی کا کردار ادا کر رہا ہے۔

ایران میں شہنشاہیت کے خاتمہ کے بعد آیت اللہ خمینی امام کی حیثیت سے ایرانی انقلاب کے بانی تھے۔ اس وقت ایرانیوں کی سوچ یہ تھی کہ ایرانی انقلاب ایران کی سرحدوں سے

باہر نکل کر دیگر ممالک تک پھیلے۔ ایرانی قیادت کی اس خواہش کے نتیجے میں ارد گرد کے ممالک سے ایران کے تعلقات خراب ہو گئے۔ سعودی عرب ایران کشیدگی بڑھی۔ ادھر عراق، ایران امریکی سازش کے تحت ایک دوسرے کے آسنے سانسے آ گئے۔ امریکہ اور برطانیہ کی اسلحہ ساز فیکٹریاں ان کی معیشت میں مضبوط رول ادا کر رہی ہیں۔ دنیا میں امن ہو تو یہ ممالک پریشان ہو جاتے ہیں۔ مال کے بدلے عربوں کا تیل ان کی بنیادی ضرورت ہے۔ اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے عراق ایران لڑائی کے لئے میدان سجایا۔ عراق کو امریکہ اور دیگر ممالک نے تھک دی تو دوسری جانب ایران میں بھی طاقتور انقلاب کو پھیلانے کا زعم بڑھا دیا۔ امریکی پالیسی سازوں کی خواہش کے مطابق ایران، عراق جنگ شروع ہوئی۔ دو برادر اسلامی ملک ایک دوسرے کی طاقت ختم کرنے کے درپے ہو گئے۔

اقوام متحدہ کی تنظیم امریکی نظروں سے خاموش تماشائی بنی۔ رکی بیانات دے کر یہ کھیل دیکھ رہی تھی۔ لیکن ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین مولانا شاہ احمد نورانی اس صورتحال کی وجہ سے نہایت افسردہ تھے۔ انہوں نے جنگ بندی کے لئے اپنی کوششوں کا آغاز ورلڈ علماء کانفرنس سے کیا جس میں دنیا بھر کے علماء اکٹھے ہوئے اور دو برادر مسلمان ممالک کے درمیان جنگ بندی کے مسئلہ پر طویل غور و خوض کیا۔ پھر 25 مارچ 1983 کو عراق میں پاپر اسلامک کانفرنس کی دعوت پر جس کے رکن بھی ہیں، علماء کانفرنس میں شرکت کی۔ اس موقع پر مولانا نے دنیا بھر سے آئے ہوئے علماء اور اسکالرز سے خطاب کرتے ہوئے جنگ بندی کی ضرورت پر زور دیا اور اس کے لئے طریقہ کار بھی بیان کیا۔ اس موقع پر عراقی صدر صدام حسین نے علماء سے کہا کہ وہ ثالث کا کردار ادا کریں تاکہ جنگ بندی ممکن ہو سکے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے غیر سرکاری سطح پر جنگ بندی کے لئے علماء کے پلیٹ فارم سے جدوجہد شروع کر کے رائے عامہ کو منظم کیا۔ ورلڈ علماء کانفرنس کے اجلاس مختلف ممالک میں منعقد ہوئے۔ ورلڈ علماء کانفرنس نے ایران، عراق جنگ بندی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دیدی۔ کمیٹی میں براعظم ایشیاء سے مولانا شاہ احمد نورانی تھے۔ اس کمیٹی کا اجلاس 24 مارچ 1986ء کو عراق کے شہر بغداد میں منعقد ہوا۔ پھر مولانا شاہ احمد نورانی نے اکتوبر 1986ء میں جمعیت علماء پاکستان کے وفد کے ہمراہ لیبیا کا دورہ کیا اور بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں شرکت کی۔ یہاں انہوں نے لیبیا کے سربراہ کرنل معمر قذافی سے جنگ بندی کے سلسلہ میں صلاح مشورہ کیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی اور کرنل قذافی

کے درمیان اس بات پر مکمل اتفاق تھا کہ امریکہ عالم اسلام کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔ اس کی یہ کوشش ہے کہ مسلم ممالک ایک دوسرے سے لڑ کر اپنی طاقت ختم کرتے رہیں تاکہ مسلمانوں کے وسائل پر اس کا قبضہ ہو۔ مولانا نے جنگ بندی سے متعلق اپنی کوششوں سے کرنل قذافی کو آگاہ کیا اور ان سے بھی درخواست کی کہ وہ اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کریں۔ عالمی سیاست میں مولانا نورانی مسلم امہ کے اتحاد کا درد لے کر آگے بڑھے۔ ان کا دل ہر وقت عالم اسلام کی یکجہتی کیلئے دھڑکتا ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ جتنی جلدی جنگ بندی ہو جائے بہتر ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بیریز ڈی کوئیار نے مولانا کی عالمی کوششوں کا جائزہ لیتے ہوئے محسوس کیا کہ مسلمان قائدین میں جنگ بندی کا احساس اجاگر ہو رہا ہے۔ پھر اقوام متحدہ نے بھی کچھ دلچسپی لینا شروع کی۔ ورلڈ علماء کمیٹی کے چھ رکنی وفد نے مولانا کی سربراہی میں اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل اور صدر سے الگ الگ ملاقاتیں کیں اور سلامتی کونسل کے مستقل رکن ممالک (چین، امریکہ، روس، فرانس اور برطانیہ) کے مستقل نمائندگان سے بھی ملاقاتیں کر کے عراق، ایران، جنگ بندی کے لئے انہیں عملی کردار ادا کرنے کا مشورہ دیا۔ اس کے بعد مولانا نے ایران کا دورہ کر کے ایرانی قیادت کو یہ احساس دلایا کہ ان کا "انقلاب" دوسروں پر مسلط کرنے کا انداز فکر درست نہیں۔ اس سے عالم اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اس کے منفی اثرات عربوں میں بالخصوص محسوس کئے جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے مسلم ممالک کے درمیان محبت جی جگہ نفرت کی سیاست پروان چڑھے گی اور فرقہ واریت کی آگ پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے گی۔ ایرانی قیادت نے مولانا کے دلائل سن کر جنگ بندی پر آمادگی ظاہر کر دی۔ مولانا نے اقوام متحدہ کے صدر اور سیکریٹری جنرل سے اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر میں مسلسل ملاقاتیں کر کے جنگ بندی کے لئے ہر سطح پر حالات سازگار کئے۔ بالآخر مولانا کی کوششوں سے دو برادر ممالک کے درمیان جنگ بندی ممکن ہوئی۔

مولانا شاہ احمد نورانی بنیادی طور پر عالم ہیں۔ وہ بین الاقوامی سیاست کا تقابلی جائزہ بھی اسلام کی نظر سے لیتے ہیں۔ وہ اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ صیہونی اور صلیبی طاقتیں کسی بھی مسلم ملک کو طاقتور نہیں دیکھنا چاہتیں۔

یہ حقیقت اب کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ اہل مغرب نے عالم اسلام کے خلاف جنگ کا سلسلہ کئی محاذوں پر پھیلا دیا ہے۔ گہرائی سے جائزہ لیں تو پتا چلتا ہے کہ اس صدی کے رواں

نصف آخر میں جیتیم ہونے والے بچوں اور بیوہ ہو جانے والی عورتوں کی سب سے بڑی تعداد مسلمانوں کی ہے۔ مسلمان مہاجرین در بدر ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بیت نام کو چھوڑ کر گندیشہ پچاس سالوں میں جتنی جنگیں لڑی گئیں وہ سب مسلم ممالک میں لڑی گئیں۔ اس وقت بھی دنیا میں جو خون بہہ رہا ہے وہ خون مسلم ہے۔

سامراجی طاقتوں نے ہر مسلمان ملک کے ساتھ کوئی نہ کوئی مسئلہ اٹکایا ہوا ہے۔ بیت المقدس (قبلہ اول) کی آزادی اور فلسطینی ریاست کی بحالی جہاں عالم عرب کو پریشان کئے ہوئے ہے وہاں پوری مسلم ائمہ اس کے درد سے کراہ رہی ہے۔ مولانا نے آرگنائزیشن آف اسلامک کنٹریز (O.I.C) پر ہمیشہ زور دیا کہ وہ طاقتور فیصلوں سے اپنے وجود کو تسلیم کروائے۔ او آئی سی اجتماعی طاقت سے کوئی بڑا فیصلہ کر کے ڈٹ جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ امریکہ اور اس کے حواری اس فیصلے کو تسلیم نہ کریں۔ مولانا سمجھتے ہیں کہ بہت سے عرب حکمران "پروامریکن" ذہنیت کے حامل ہیں اور ایسے سمراں یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا اقتدار امریکہ کی سرپرستی کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ اسلئے وہ امریکن چھتری کے زیر سایہ تصور کرتے ہیں۔ انہیں لوگوں کی وجہ سے او آئی سی بھی کوئی بڑا فیصلہ نہیں کرتی۔ صرف دہی بیانات دے رہے ہیں کہ برقرار رکھے ہوئے ہے۔

جب امریکہ نے اقوام عالم کی سر طاقت ہونے کے نشے میں نیو ورلڈ آرڈر جاری کیا اور صدر بش نے اس کی تعریف "فریڈم اینڈ ڈیموکریسی" آزادی اور جمہوریت بیان کی تو مولانا شاہ احمد نورانی نے اسے عالمی دہشت گردی کا ایجنڈا قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ مسلم ممالک اسلامک ورلڈ آرڈر جاری کریں۔ اس موقع پر انہیں شاہ فیصل مرحوم کی کمی کا شدت سے احساس ہوا۔ اگر شاہ فیصل ہوتے تو عالم اسلام میں قیادت کا فقدان پیدا نہ ہوتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سعودی عرب کو عالم اسلام کی قیادت کرنی چاہئے۔ یہ اس کا حق بھی ہے۔ مگر وہ ایسا نہیں کر رہا۔ وہ سعودی عرب کو عالم اسلام کا مرکز کہتے ہیں اور حجاز مقدس کو اس کا دل قرار دیتے ہیں۔ اب یہ سعودی عرب کے حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے کس طرح عالم اسلام کی قیادت کے فرائض سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ صرف شاہ فیصل دنیائے اسلام کے وہ رہنما تھے جنہوں نے امریکہ اور مغربی ممالک کی بچائی ہوئی مفادات کی بساط الٹ کر رکھ دی تھی اور اتحاد عالم اسلام کا نعرہ بلند کیا۔ انہوں نے تیل کی طاقت کو بطور ہتھیار

استعمال کر کے عربوں کے اندر تیل کی طاقت کا احساس بیدار کیا۔ جس سے مغربی ممالک پر کھلا اٹھے اور ان کا اقتصادی ڈھانچہ لرز اٹھا۔ اس منصوبہ بندی کا سب سے زیادہ نقصان امریکہ کو ہوا۔ انہوں نے سازش کر کے شاہ فیصل کو قتل کروا دیا۔ اسکے بعد آج تک عربوں کو صلیبی اور صیہونی طاقتوں نے متحد نہیں ہونے دیا۔

انہوں نے امریکہ کے کارخانوں اور برق رفتار ترقی کی حفاظت کے لئے نئے جال بچھانے شروع کر دیئے۔ جمہوریت کے علمبردار امریکہ نے ایسے لوگوں کو غیر جمہوری طریقے پر حکمران بنوایا جو ان کے فرمانبردار کا کردار ادا کر سکیں۔ اس نے ہمیشہ کے لئے تیل پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے عربوں کو قیثات کا عادی بنا دیا۔ ان کے روزمرہ کے مسائل اپنے ذمے لے لئے اور انہیں محلات میں آرام و سکون کی زندگی میں مدھوش کر کے دنیا سے بے خبر کر دیا۔ مگر اسلامی جذبے کی چنگاری کہیں کہیں پھر بھی اٹھتی رہی۔

عراق ایران جنگ بندی کے بعد دونوں برادر ممالک اپنی تعمیر و ترقی میں مصروف ہو گئے۔ نئے جذبوں کے ساتھ یہ ممالک عسکری میدان میں بھی ترقی کی منزلیں طے کرنے لگے۔ مسلم ممالک کی یہ ترقی امریکہ کو ناگوار گزری۔ اس نے پھر سازشیں شروع کر دیں۔ امریکہ کے اسلحہ سازوں نے "ہینٹاگون" کے ماہرین کے گرد ڈیرے ڈال دیئے۔ امریکی معیشت کو اسلحے کی فروخت سے جو استحکام ملتا تھا وہ کچھ عرصے کے لئے رک گیا تھا۔ اب جنگ پھر امریکی ضرورت تھی۔

اس مرتبہ انہوں نے کویت کو شہہ دی کہ وہ عراقی معیشت کو تباہ کرنے کے لئے تیل زیادہ نکالے تاکہ مارکیٹ میں تیل کی قیمت گر جائے جب تیل کی قیمت گھٹے گی تو آمدن کم ہوگی۔ اس طرح عراق کے مستقبل کے منصوبے خاک میں مل جائیں گے، اس کے علاوہ چند جزائر پر بھی کویت اور عراقی حکومت کے مابین اختلافات چل رہے تھے یہ ایسے اختلافات تھے جنہیں بیٹھ کر حل کیا جاسکتا تھا۔ مگر مذاکرات کے بہتر راستہ کی بجائے امریکی سازش کے تحت فریقین کو بدتر راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس جال میں دونوں ممالک بری طرح پھنس گئے۔ اس صورتحال کو سعودیہ اور کویت نے جلد بازی میں صیہونی اور عیسائی فوجوں کو بلا کر طاغوتی طاقتوں کے حق میں اور زیادہ مستحکم کر دیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی امریکہ کی اس چال کو بھی سمجھ گئے۔ انہوں نے سعودی عرب اور O.I.C کے سرکردہ رہنماؤں سے مطالبہ کیا کہ اس

مسئلے کو وہ مل کر حل کریں ورنہ امریکہ تیل کے کنوؤں پر قبضہ کر لے گا۔ انہوں نے مسلم ممالک کے حکمرانوں پر زور دیا کہ عراق پر حملہ عالم اسلام پر حملہ ہے۔ عراق نقطہ آغاز ہے تو ایران و پاکستان اس کی انتہا ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس آگ سے عالم اسلام کو ہر صورت میں بچایا جائے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے پاکستان کے طول و عرض میں دورے کر کے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف عوامی شعور بیدار کیا۔ انہوں نے عراق کی امریکہ کے خلاف جنگ میں مدد کے لئے ایک لاکھ رضا کار بھیجنے کا اعلان کیا۔ ملک بھر میں بھرتی یکپ قائم کئے گئے۔ اگر مولانا کے انداز سیاست کا بغور مطالعہ کریں تو وہ ہر مقام پر مسلم امہ کی بات کرتے ہیں۔ وہ لبنان، سوڈان، مالیہ، بوسنیا، چینچنا، الجزائر، کشمیر، فلسطین، کسودو، الغرض دنیا میں جہاں جہاں مسلمان ممالک اور عوام عالمی سازشوں کا شکار ہیں ان کی بھرپور حمایت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ خلیج کی جنگ کے دوران طاقت کے نشے میں بدست اتحادی فوجوں کی وجہ سے مجبور عرب حکمرانوں نے مولانا کی باتوں پر توجہ نہ دی بلکہ امریکی اشارے پر بعض عرب ممالک نے مولانا کی پالیسی کو ناپسند بھی کیا۔ اس وجہ سے مولانا نے عالم اسلام کی عظیم درسگاہ جامعۃ الازہر (مصر) کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی رکنیت بھی چھوڑ دی مگر آج وقت نے ثابت کر دیا کہ مولانا کی سیاسی بصیرت اس وقت جس طوفان کو دیکھ رہی تھی بالآخر وہ آگیا۔ آج سعودی عرب مالی زبوں حالی کا شکار ہے۔ کویت کی آمدنی کے ذرائع بھی سکز گئے ہیں۔ دونوں ممالک کی دولت ان کی اپنی غلط پالیسی کی وجہ سے امریکی لے اڑے۔ بہت سازنگ آلود ناکارہ اسلحہ انہیں خریدنے پر مجبور کر دیا گیا۔ تعمیر نو کے نام پر یہودی اور عیسائی کنسرکشن کمپنیوں نے بڑے بڑے ٹھیکے لے لئے۔ ان معاملات سے بھی زیادہ نقصان یہ ہوا کہ صیہونی اور عیسائی فوجوں نے عرب کھچر پر ہماری ضرب لگائی اور وہاں ”مادر پدر“ آزاد معاشرے کو جنم دینے کی کوشش کی۔ اب امریکہ نے اپنے ایسے تمام فوجیوں کو جو سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد امریکی بجٹ پر بوجہ تھے مناسب نفع کے ساتھ عرب ممالک میں ٹھہرایا ہوا ہے۔ ان کے اخراجات کا بہت بڑا حصہ سعودی عرب اور کویت برداشت کر رہے ہیں۔ آج تیل کی قیمتیں بھی امریکی خواہشات کے مطابق مقرر ہوتی ہیں۔ اس کام سے فارس ہو کر امریکہ نے پاکستان کی مشکلیں کنسی شروع کر دی ہیں۔ پاکستان پر طرح طرح کے الزامات لگا کر قرضوں سے محروم کیا جا رہا ہے۔ جدید اسلحہ کے لئے فاضل پروڈکٹوں کا حصول ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ جبکہ ہمارا طاقتور اور مکار ہمسایہ بھارت ہمارا جغرافیہ بدلنے کی

کوشش میں لگا ہوا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے پاکستان نے امریکی دوستی کو افغانستان میں روس جیسی سرطاقت کے سامنے ڈٹ کر جس طرح نبھایا اس کی مثال نہیں ملتی۔ خود امریکی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے روس سے ویت نام کی شکست کا بدلہ لے لیا۔ مگر کل کے دوست اور عظیم مجاہدین آج کے دہشت گرد ہیں۔ کیونکہ ہر بات کی تشریح کا اختیار امریکہ کے پاس ہے۔ اسے کشمیر، بوسنیا اور کسودو میں انسانی حقوق متاثر ہوتے نظر نہیں آ رہے۔ صرف بیانات دے کر مسلمانوں کی اجتماعی قبریں بنانے کے مواقع فراہم کر رہا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے (مطابق امریکی دوستی کے روپ میں مسلم دشمنی پوشیدہ ہے۔ وہ ہر قدم پر کوشش کرتے ہیں کہ پوری دنیا کے مسلمان اسلام کی بنیاد پر متحد ہو جائیں۔ اقوام متحدہ کو چھوڑ کر مسلمان اپنی الگ اقوام متحدہ بنائیں) جہاں بغیر کسی رنگ و نسل اور علاقائی تعصب کے مسائل حل ہوں۔ مسلمانوں کے درمیان باہمی احترام اور رواداری کو فروغ ہو۔ دیگر قومیتوں سے عالمی سطح پر مسلمانوں کو جن مسائل سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ انہیں اس اجتماعی پلیٹ فارم سے حل کرایا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مسلمانوں کی طاقت بتدریج ختم ہوتی چلی جائے گی۔ آنے والا ہر لمحہ ان کے خلاف ایک نیا جال لے کر آئے گا۔ مولانا شاہ احمد نورانی اپنے خیالات کا اظہار ہر سطح پر پرباکی سے کرنے کے ماہر ہیں۔ انہوں نے وزیر اعظم نواز شریف سے ملاقات میں دو ٹوک الفاظ میں کہا تھا:-

”سب کہتے ہیں کہ امریکہ ہمارا دوست ہے۔ لیکن وہ کیسا دوست ہے کہ ایف 16 طیاروں کی رقم دبا کر بیٹھا ہے۔ طیارے بھی نہیں دیتا ان کو ٹھہرانے کا کرایہ بھی ہم سے وصول کرتا ہے یہ کہاں کی دوستی اور کیسا انصاف ہے“

انہوں نے وزیر اعظم نواز شریف کو بتایا تھا کہ امریکہ کے چاہنے کے لئے اپنے پیانے ہیں۔ جس میں بنیادی عنصر مذہب ہے روس کے گلوے ہونے کے بعد اسے سوشلزم کی بجائے اسلام لے خطرہ ہے کیونکہ اب یورپ اور امریکہ میں اسلام تیزی سے فروغ پا رہا ہے اور دوسری طرف عالم اسلام میں جہادی تحریکیں پروان چڑھ رہی ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی جدوجہد امریکہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ کیونکہ نہ تو وہ ٹھکتے ہیں اور نہ ایجنٹ بن کر کہتے ہیں۔ وہ اس بات پر خوش ہیں کہ ان کا سودا باز مصطفیٰ میں ہو چکا ہے۔

فتنہ تعلیم اہل مغرب کہ سیاست مذہب سے الگ ہے۔

امام شاہ احمد نورانی بین الاقوامی سیاست دان:

امام شاہ احمد نورانی صدیقی کا تجدید و احیائے دین کے کارناموں میں بڑا کارنامہ سیاست کے میدان میں اترتا ہے، آپ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب مغربی افکار ہیں اور اس وقت فتنہ تعلیم اہل مغرب کا رنگ اتنا گہرا چڑھ چکا تھا کہ سیاست کا اسلامی تصور ہی لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا، بلکہ دنیا بھر میں کہیں اسلامی نظام اپنی اصلی حالت میں نافذ نہ ہونے کے سبب اسلام کا سیاسی تصور کوئی واضح شکل میں موجود نہ تھا اس دہشت مسلمانوں میں دین و دنیا کی علیحدگی، سیاست و دینی افکار میں سوشلزم کی پیوند کاری، مغربی جمہوریت سے وابستگی اور مروجہ بیت قوم پرستی وطن پرستی کے مغربی اور لادینی تصورات عام تھے، امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے سیاست کے میدان میں ان تمام بتوں کو ایک ایک کر کے توڑا اور ان کی جگہ اسلامی احکام پیش کئے، اور عملی سیاست اور سیاسی افکار کی تشکیل جدید کی جس کے نتیجے میں ملک میں نفاذ نظام مصطفیٰ یقینی اور اسلامی جمہوری عمل محفوظ ہو گیا۔ امام شاہ احمد نورانی نے عملی سیاست اختیار کر کے ایک عظیم الشان نفاذ نظام مصطفیٰ کی تحریک کی بنیاد رکھ دی، جو ایک طرف نفاذ نظام مصطفیٰ کے مرحلے تک پہنچی تو دوسری طرف اتحاد بین المسلمین کے قیام پر منتج ہوئی، تجدید و احیائے دین کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جو امام نورانی نے بھرپور خوبی انجام نہ دیا ہو جس طرح مجدد الف ثانی نے اپنے زمانہ کے حالات کو سامنے رکھ کر آگے بند باندھ کر اسلام کو محفوظ کر دیا تھا اور اس کی شمع کو فروزاں کیا تھا اسی طرح امام نورانی نے بھی بیسویں صدی کے الحاد اور فتنوں کے آگے بند باندھ کر اسلام کو محفوظ کر دیا امام نورانی نے عملی سیاست میں جو تمام مجددین کی طرح عالمگیر انقلاب کی ایک منظم

کوشش کی ”آپ نے تمام جدوجہد آئینی حدود میں رہ کر کی، اور کھلے بندوں کی، اس راہ میں جو بھی دشواریاں آئیں ان کا پامردی سے مقابلہ کیا، قیام پاکستان کے بعد امام نورانی کی پوری زندگی نظام مصطفیٰ کی جدوجہد سے عبارت ہے، یہ جدوجہد قرارداد مقاصد سے شروع ہو کر نفاذ نظام مصطفیٰ کے مرحلے تک تسلسل کے ساتھ چلتی رہی اس دوران آپ اور آپ کے رفقاء کو جیل کی معویتیں، قاتلانہ حملوں سے لے کر سخت دارتک کے مراحل سے گزرنا پڑا، مگر آپ کے پائے استقامت کو جنبش نہ آئی۔

امام شاہ احمد نورانی صدیقی ایک عالمی اور جامع سیاست دان:

مجددین ملت امام شاہ احمد نورانی صدیقی وہ سیاستدان نہ تھے جن کی صرف پاکستان پر نظر تھی بلکہ آپ ایک بین الاقوامی سیاستدان تھے کہ

عالم ہے فقط مومن جانا بڑا کی میراث

مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

تبلیغ و ارشاد کی وجہ سے آپ کی شخصیت بین الاقوامی طور پر مسلم تھی کئی عالمی لیڈروں سے آپ کے ذاتی تعلقات تھے، ناچگیر یا کے سابق وزیراعظم احمد ذیلیو شہید نے آپ نے والد ماجد کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا لہذا وہ تو آپ کے احسان مندوں میں سے تھے ہی ان کے علاوہ آپ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۳ء تک مسلسل گیارہ سال ورلڈ مسلم آرگنائزیشن کے جنرل سیکریٹری رہے، جس میں عالم اسلام کی تدریجی شمولیتیں اور اس کے صدر مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی تھے (جو آپ کو اس وقت مجدد عصر فرمایا کرتے تھے) آپ کافی عرصہ تک عالم اسلام کی قدیم ترین یونیورسٹی جامعہ ازہر کی سینٹ کمیٹی کے رکن بھی رہے اس کے علاوہ بغداد یونیورسٹی

صدام یونیورسٹی اور لیبیا کی یونیورسٹی کلیہ الدعوة الاسلامیہ کے بھی ممبر ہے، اسی طرح آپ نے ایک مبلغ کی حیثیت سے دنیا کی تقریباً تمام بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں بین الاقوامی زبانوں میں لیکچر دیئے جن میں کئی بین الاقوامی سیاستدان اور مذہبی رہنما شرکت کرتے امام نورانی کی بین الاقوامی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عراق ایران جنگ جو دس سال تک جاری رہی اور اس جنگ میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ ان دونوں ملکوں کے درمیان مصالحت کے لئے اقوام متحدہ نے ایک امن مشن تشکیل دیا جو سات افراد پر مشتمل تھا، امام شاہ احمد نورانی صدیقی بھی اس امن مشن کے رکن تھے اس مشن نے عراق، ایران قیادت سے ملاقاتیں کیں، مذاکرات کیے اور یوں یہ جنگ جس میں لاتعداد مسلمان دونوں طرف سے ہلاک ہوئے ختم ہوگئی اس دور میں عالمی سطح پر آپ کو دس سال کا او بن ویزہ دیا گیا غرض یہ کہ آپ ایک بین الاقوامی مبلغ اور عظیم سیاستدان تھے، آپ کی ذات صرف پاکستان ہی کے لئے نہیں بلکہ عالم اسلام کے لئے ایک سایہ دار و رخت کی حیثیت رکھتی تھی اور عالم اسلام کے مسلمان ہر مشکل گھڑی میں آپ ہی کی طرف دیکھتے تھے، کہیں بھی مسلمانوں پر کوئی ظلم و ستم ہوتا آپ ہی کی آواز بلند ہوتی جو ان کے حق میں موبڑ ہوتی آپ اس متاثرہ علاقے میں جا کر ان کی ڈمارس بندھاتے انہیں صبر کی تلقین کرتے حتی المقدور امداد بھی کرتے اور ان پر کیے گئے مظالم سے دنیا کو آگاہ کرتے، جس کی وجہ سے آپ مسلمانان عالم کے دلوں میں بستے تھے، اسی وجہ سے آپ کے انتقال پر لیبیا کے سفیر بذات خود آپ کے گھر پر اپنے صدر قذافی کا معذرت نامہ لے کر حاضر ہوئے، سعودی کارواں، گریک، فنڈ نے گھر آ کر تعزیت کی دنیا بھر کے ممالک کے سفیروں نے اپنے اپنے ممالک کی طرف سے تعزیت کی اس کے علاوہ آئی۔ سی نے بھی تعزیت کی۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عالم اسلام میں کتنے مقبول تھے اس کا ثبوت وہ تقریب

ہے جو جون ۱۹۹۲ء میں عراقی سفیر نے اپنی رہائش گاہ پر آپ کے اعزاز میں منعقد کی جس میں اردن، الجزائر، یمن، کینیا، فلسطین، لیبیا اور دیگر ممالک کے سفیروں نے شرکت کی اس سے خطاب کرتے ہوئے الجزائر کے سفیر نے کہا امام شاہ احمد نورانی صدیقی عالم اسلام کے عظیم رہنما، دانشور اور قائد ہیں، یمن کے سفیر نے کہا کہ میں امام نورانی کا قلبی نیاز مند ہوں، اس لئے کہ امام نورانی اس وقت عالم اسلام کے لئے غنیمت ہیں، فلسطین کے سفیر نے کہا کہ فلسطینی عوام امام نورانی کی عالمی خدمات سے واقف ہیں، اور ان کے نیاز مند ہیں جب کہ لیبیا کے سفیر نے کہا کہ لیبیا کے عوام اور اس کے سربراہ کرنل قذافی امام نورانی کے ولی قدر دان ہیں، اور لیبیا میں قذافی نورانی بھائی بھائی کا شعور عام پایا جاتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ آپ کی اس عالمی حیثیت اور قدر کو دیکھتے ہوئے مبلغ اسلام حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان کے عوام خوش قسمت ہیں کہ ان کو امام نورانی جیسا قائد اور امام میسر آیا، مگر افسوس ہے کہ ان لوگوں نے ان کی قدر نہیں کی، ان کی حیثیت دیکھنا ہو تو بیرون ممالک جا کر دیکھو جب بڑے بڑے رہنما، مذہبی اور سیاست دان، عالمی لیڈر امام نورانی سے خود ملاقات کرنے چلے آتے ہیں۔

اور ان سے وقت مانگتے ہیں تو قارئین کرام اس طرح امام نورانی نے سیاست میں عملی قدم رکھ کر سیاست کو رونق بخشی اور مغربی تعلیم کے فتنے کا عملی طور پر رد کیا۔ سبحان اللہ یہ شان ہے پندرہویں صدی کے مجدد امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی تجدید و احیائے دین اسی کا نام ہے کہ ہر دور کے ہر فتنے کا مقابلہ مجددانہ حیثیت سے کیا۔

ایک محفل میں امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے سیاست

کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا:

آج احقر بڑے ادب و احترام اور بھد و عجز و نیاز سے چند گزارشات پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ ہمارے لوگوں کی ایسی حالت ہے کہ اس پر میرے جیسے کتنے ہی حساس لوگوں کو حالات نے تڑپا رکھا ہے۔

”افسوس! کہ بے دینی، گمراہی، بے راہ روی، بلکہ خرمستی کا سیلاب، اور ہمارے علماء و مشائخ اعلیٰ کلمۃ الحق بلند کرنے کو سیاست قرار دیتے ہیں، مگر سب نہیں، ابھی کچھ ہیں جو ظالم و جابر کے سامنے، مجھے ہے حکم اذان کا حق ادا کر رہے ہیں۔“ اس کے بعد جو خاص طور پر قابلِ تحریر بات ہے وہ یہ ہے فرمایا۔

”جس سیاست میں مذہب کی لگام نہ ہو، جس سیاست میں دین کا ضابطہ نہ ہو جس سیاست میں دین کے اصول اور سلامتی کی پاسداری نہ ہو، وہ سیاست، سیاست نہیں، بلکہ ہلاکت ہے، تباہی ہے، گمراہی اور سر اسر چنگیزی ہے۔“

جداہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔“

آپ فرماتے ہیں ”جس سیاست میں مذہب کی لگام ہو، جس سیاست میں دین کا ضابطہ اور اصول ہو، جس سیاست میں اصول و سلامتی کی پاسداری ہو، وہ سیاست رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، ایسی سیاست صحابہ کرام کا مشن ہے، ایسی سیاست پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔“

”یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہماری تحریک کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، ہمارے

مشن کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، ہماری تحریک اور ہمارا مشن مطلقاً غیر سیاسی ہے، ایسے لوگ نہ دین کے ہیں نہ دنیا کے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی سیاست ملک و ملت کی جان اور قوموں کی بقا کا یہ اور انسانیت کے پاس ایک مقدس امانت ہے۔ جس کے پاس دین اسلام کا علم نہ ہو، اگر علم ہو مگر گہرا مطالعہ نہ ہو اس کی سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آ سکتی۔

”اب بتاؤ۔ کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی سیاست بھی نہیں، کیا تمہارے پاس صحابہ کرام کی سیاست بھی نہیں، یعنی قرآن و احادیث کی سیاست بھی نہیں تو ہم پوچھتے ہیں پھر تم بتاؤ تمہارا مذہب کیا ہے؟ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ تو سیاست والا دین لے کر تشریف لائے ہیں، سیاست تو صحابہ کرام نے بھی کی، کیا خلفاء راشدین نے سیاست نہیں کی؟“ پھر فرمایا سنو! اور کان کھول کر سنو! جس کا دین غیر سیاسی ہے اس کے پاس کوئی دین نہیں ہے۔“ اُس کے پاس کوئی مذہب نہیں ہے۔“ اس کے بعد فرمایا: ”نہیں، نہیں ایسا ہرگز نہیں بات دراصل یہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، ہماری تحریک اور ہمارے مشن کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، یہ بہت بڑے سیاست دان ہیں، ان کا یہ کہنا بھی سیاست ہے، مگر یہ سیاست دین کی سیاست نہیں، مذہب کی سیاست نہیں، رسول اکرم ﷺ کی سیاست نہیں صحابہ کرام کے مشن کی سیاست نہیں بلکہ اپنا تقویٰ بتانے اور خود کو بچانے کی سیاست ہے، جب کہ سب سے بڑی سنت یہ ہے کہ دین بچایا جائے، اپنی ولایت بتانے اور بچانے کی سیاست ہے، ملک و ملت کے بچانے کی سیاست نہیں بلکہ اپنی مسجد بچانے کی سیاست ہے، اپنے مفادات کی سیاست ہے، اپنی بزرگی بتانے اور بزرگی بچانے کی سیاست ہے۔ یہ کہہ کر کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کی

سیاست ہے۔ دین بچانے کی سیاست نہیں ہے۔ اب معلوم ہوا کہ سیاست والں تو یہ بھی ہیں، مگر دین کے سیاست والں نہیں، مذہب کے سیاست والں نہیں۔ ان کی سیاست انسانی حقوق کے تحفظ کی سیاست نہیں، ظلم کے خلاف آواز حق بلند کرنے کی سیاست نہیں، عدل و انصاف کے قیام کی سیاست نہیں، شخصی آمریت، جنی بزدلیت اور فرعونیت سے نجات کی سیاست نہیں، ظالم حاکموں کے ظلم و ستم کے خلاف اعلا کلمۃ الحق بلند کرنے کی سیاست نہیں، اسلام کے عادلانہ نظام حیات کو بچانے کی سیاست نہیں۔“

اس کے بعد آپ نے فرمایا ”ایسے ہی لوگوں کے لیے نبی کریم ﷺ کا فرمان عايشان ہے۔“ قوله عليه السلام: ”الساكت عن الحق هو الشيطان الاخرس“ کہ ”اظہار حق پر خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔“ ومن سكت عن الحق ألجمه بلحام النار او كما قال ﷺ کہ ”جو شخص حق بات کے اظہار سے خاموش رہا اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔“ معلوم ہوا کہ یہ لوگ اس حدیث شریف کا پورا پورا مصداق ہیں۔“ اس کے بعد فرمایا کہ ”ان جاہلوں کو غائبانہ معلوم نہیں کہ عوام الناس میں ان کی یہ ساری عزت و توقیر اور پذیرائی، مقبولیت، خود ان کی پاسداری شریعت کی مرہون منت ہے تو وہ شریعت کے کسی حکم سے کیسے سرتابی و اعراض کر سکتے ہیں، لہذا یہ سب ان لوگوں کے خود ساختہ مفروضے ہیں۔“ بس ایسوں کو آتا جاتا تو ہے کچھ نہیں، صرف اردو کی کتب سے قصبے کہانیوں سے سامعین کو جمع کر لیتے ہیں۔ اور ان کا وقتی دل بہلا کر معاوضہ وصول کر لیتے ہیں۔“ فرمایا بڑی معذرت کے ساتھ چند منٹ خاموش رہے، اور فرمایا ”ہر قوم کے بادشاہ کا ایک خصوصی لقب ہوا کرتا ہے، جس سے اس قوم کا بادشاہ و مہر ادلیا جاتا ہے۔“ علامہ نووی یعنی کان کا نام ہے علامہ تھیمی بن شرف نووی (متوفی ۷۰۰ھ - ۷۸۰ھ) مسیح ۱۲۷۵ھ فرماتے ہیں کہ

فارس (ایرانیوں) کے بادشاہ کا لقب کسری ہے، روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہے، اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے، اور ترک کے بادشاہ کا لقب خاقان ہے، اور قبطیوں کے بادشاہ کا لقب فرعون ہے، اور مصر کے بادشاہ کا لقب عزیز ہے، اسی طرح ہندوؤں اور سکھوں کے بادشاہ کا لقب راجہ اور مہاراجہ ہے، انگریزوں کے بادشاہ کا لقب جارج اور ایڈورڈ ہے، اور مسلمانوں کے بادشاہ کا لقب سلطان ہے، تمام مسلم ریاستوں کے سربراہ کو خلیفہ کہا جاتا ہے۔ بہر حال یہاں فقیر جو بات عرض کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں واضح طور پر آیا ہے اور ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کافر بادشاہوں کے نام دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے۔ (اس کے بعد جو کچھ ہوا حدیث میں موجود ہے) جس سے واضح ہوا کہ حکمرانوں کو ان کی گمراہی بے دینی اور ان کی جملہ برائیوں کی نشاندہی کرنا، خواہ خطوط کے ذریعے ہو یا قولاً ہو یا فعلاً کسی طرح بھی ہو، شدت رسول اللہ ﷺ ہے، کہ ان کی بے حیائی، عریانی، فحاشی، چور بازاری، رشوت، سود، ظلم و ستم، قتل و غارتگری، قومی اور گروہی نفرتوں کے خلاف سنت رسول اللہ پر عمل کریں۔“ اور یہ اعلائے کلمۃ الحق عند سلطان جاہل بھی ہے، مگر کوئی بھی علامہ، مفتی شیخ الاسلام، پیر طریقت صاحب، غیر سیاسی مفتی صاحب نا جانے کیا کیا صاحب، آواز بلند کرنا تو دور کی بات ہے، بلکہ جو توفیق الہی سے آواز بلند کرتے ہیں، یہ بنا سکتی تولہ ان کو بہت برا سمجھتا ہے، اپنے آپ کو بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم لوگ غیر سیاسی ہیں، فقیر ان کو غیر سیاسی نہیں کہتا وہ سیاست والں ہیں، بہت بڑے سیاست والں، مگر ڈرپوک، بزدل جن کو موت سے ڈر لگتا ہے، بہر حال پھر بھی وہ بہت بڑے عاشق رسول کہلاتے ہیں۔“ فرمایا دیکھیں حدیث مبارکہ میں سیاست کی یہ تعریف ہے:

حدیث مبارکہ کی روشنی میں سیاست کی تعریف:

ارشاد گرامی ہے:

عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَاعِدَتُ ابَا هُرَيْرَةَ خَمْسٌ سَنِينَ فَسَمِعْتَهُ يَحْدُثُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ
الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَانَبِيٌّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ
فَتَكْشُرُ السَّيْخَ (مسلم شریف کتاب الامارۃ) ترجمہ: ابو حازم کہتے ہیں کہ میں حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ سال رہا میں نے اُن کو نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث
بیان کرتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی انتظام کرتے تھے۔ جب
ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا، بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں
ہے اور عنقریب میرے بعد بکثرت خلفاء ہوں گے الخ۔

سیاست کی تعریف:

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی انتظام
کرتے تھے۔ علامہ زبیدی نے (تاج العروس ج ۳ ص ۱۶۹ میں) لکھا ہے کہ سیاست
کا معنی ہے کسی چیز کی اصلاح کا انتظام کرنا۔ علامہ ابن منظور افریقی (لسان العرب ج
۶ ص ۱۰۸) لکھتے ہیں۔ ”ساس کا معنی ہے آمر (حکم دیا) حدیث میں ہے، بنی
اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست کرتے تھے یعنی ان کے معاملات کے متولی تھے،
جس طرح امراء اور حکام رعیت کے معاملات کے متولی ہوتے ہیں۔“ سیاست کے
معنی ہیں، کسی چیز کی اصلاح کے لیے اقدامات کرنا، سیاست ساس کا فعل ہے، ساس

موشیوں کی دیکھ بھال اور نگہبانی کرنے والے کو کہتے ہیں، والی اور حاکم بھی اپنی
رعیت کی دیکھ بھال اور نگرانی کرتا ہے۔ سوس کا معنی ہے کسی کے لیے کسی چیز کو موزن
کرنا۔

سیاست کے اصطلاحی معنی

اصطلاح میں سیاست کا معنی ہے، ملک کے داخلی اور خارجی استحکام کے لیے
غور و فکر اور تدبیر کرنا، الجھنے ہوئے اور پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرنا، قوم کے دکھ درد دور
کرنے اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے لائحہ عمل بنانا، تمام انبیاء کرام میں یہ چیز قدر
مشترک ہے کہ ہر نبی نے اعلاء کلمۃ الحق بلند کیا۔ اپنے دور کی شخصی آمریت، نمرودیت
، فرعونیت کے خلاف آواز حق بلند کرتے رہے، علماء ملت اسلامیہ چونکہ انبیاء کرام کے
وارث ہوتے ہیں، اس لیے وہ انبیاء کرام کے اس مشن (سیاست) کو ہر دور میں زندہ
رکھتے ہیں۔

امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے پندرہویں صدی میں سنت انبیاء (سیاست) کو
بھی زندہ کیا اور اس پندرہویں صدی کے مجدد کہلائے اور یہ جواہل مغرب نے بدعت
پھیلانی کہ علماء کا کیا کام سیاست کرنا، کو خوب ذلیل و خوار کیا۔

اور اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سیاست سنت انبیاء ہے۔

امام الشاہ احمد نورانی صدیقی

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ دین اسلام کے باغ میں ہمیشہ نئے نئے پودے لگاتا رہے گا۔ جن کو اپنی اطاعت میں استعمال فرمائے گا۔“ اس ارشاد مبارکہ کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صدی میں ایسے رجال (مجددین) کا پیدا کئے ہیں جن کے وجود سے گلشن اسلام ہمیشہ سرسبز و شاداب رہا ہے، جو اس دین اسلام کے باغبان رہے اور انہوں نے دین اسلام کی آبیاری کی، اس کی سرسبزی و شادابی کو قائم و دائم رکھا اس میں نئے نئے گل بوٹے لگائے، جن کے طفیل قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول کی پاکیزہ صدائیں مشام جاں کو معطر و منور کرتی رہیں، جن کے انفس قدسیہ سے جذبات ایمانی میں تازگی رہی، ایسے افراد سے کوئی صدی (زمانہ) خالی نہیں رہی، اس پندرہویں صدی میں ان ہی رجال (مجددین) کا رمیں سے ایک عظیم شخصیت قائد ملت اسلامیہ امام الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات گرامی بھی ہے، جنہوں نے پوری دنیا میں دین اسلام کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا، عالم دنیا میں کوئی ہی ایسا ملک ہوگا جس میں آپ نے اسلامی کالج، اسلامی یونیورسٹی، دارالعلوم، مساجد، و مدارس قائم نہ کیے ہوں اور لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلموں کو دین اسلام کی شمع عطا نہ فرمائی ہو۔

آپ اپنے وقت کے دلی کامل، مجاہد اعظم، مجدد دین و ملت، اور مسند سلوک و احسان کے صدر نشین تھے۔ آپ نے اپنے وعظ و ارشادات اور بیعت و اصلاح کے ذریعے لاکھوں افراد کی رہنمائی فرمائی اور انہیں راہ راست پر گامزن کیا۔ آپ

پندرہویں صدی کے جید عالم دین، ایسے عالم دین کہ جن کے وجود مسعود سے اہل علم اور دین اسلام کا وقار قائم ہوا۔

آپ علم و عمل کا مجسمہ، مکارم اخلاق کا نمونہ، اور زہد و تقویٰ کے پیکر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فتنہ قادیانیت کے تعاقب کے میدان کو بھی آپ کے سپرد کیا۔ امام شاہ احمد نورانی صدیقیؒ نے قادیانی شہادت کے تار و پود بکھیرے، قادیانیوں سے مناظرے اور مباہلے کیے، قادیانی سربراہ کو مناظرے اور مباہلے کی دعوت دی، دیگر قادیانیوں کو دعوت اسلام دی، مسلمانوں کے دین و ایمان کو بچانے کے لیے امام نورانی نے ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر بستی پہنچ کر قادیانیت کا ناطقہ بند کیا، جس وقت قادیانیوں نے امام نورانی کے خلاف مقدمات قائم کیے تو آپ نے ہر ملک میں پہنچ کر مقدمہ لڑا، جس ملک میں مقدمہ ہوتا امام نورانی اسی ملک میں ڈیرے ڈال دیتے، ہر جگہ کامیابی اُن کے قدم چومتی، اسی لیے امام شاہ احمد نورانی صدیقیؒ کو عالم اسلام کے جید علماء کرام و مشائخ عظام نے فاتح قادیانیت اور امام وقت قرار دیا۔

امام نورانی نے امت مسلمہ کو نئے انداز اور جدید پہلوؤں سے مسئلہ قادیانیت سمجھانے کی کامیاب کوشش کی، یہ عظیم کارنامہ بھی اُن کا ایک تجدیدی پہلو ہے۔

اس لیے جمہور علماء و مشائخ، اسکالرز اور دانشوروں نے با اتفاق رائے اور شرعی قواعد و اصول کی روشنی میں حضرت قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقیؒ کو پندرہویں صدی کا مجدد و کامل قرار دیا۔ آپ کے علم و فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی عہد زندگی کے مختلف پہلوؤں پر کتب و رسائل اور تقاریر کے ذریعے اپنے اپنے انداز سے امام نورانی کو چمنستان علم و ادب کے شاداب و بے مثال گلستا

قرار دیا۔ راقم الحروف اُن جید علمائے و مشائخ کے اقوال قارئین کی نظر کرے گا۔

امام نورانی فرماتے ہیں

اے لوگو! میری بات سنو اور یاد رکھو کہ جس طبقے نے عالمگیر کی تلواروں پر حکومت کی، عباسیوں کی جلالت پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا، وہ علماء حق ہی تھے۔ وہ نبی کے سچے غلام اور عاشقانِ مصطفیٰ تھے، وہ نہ تو کسی مغرور کے دبائے دے، نہ کسی دہی شکی سے الجھے، نہ کسی بد زبان بے لگام کو بدکا برابر سمجھتے، وہ صرف اور صرف اپنے خدا سے ڈرتے، حق گو اور وہی حق پرست قرار پائے، وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر صرف اس دینِ حق کا اقتدار چاہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے، ہندوستان کو آزادی ملی، تو جنگ آزادی میں علماء و مشائخ ہی صفِ اول میں رہے۔ سرخیل آزادی سالار حریت علامہ فضل حق خیر آبادی جیسے جید علماء و مشائخ نے اس چمن آزادی کو اپنے خون سے سینچا۔

دور حاضر میں علماء کا کردار کیا ہونا چاہیے :-

امام شاہ احمد نورانی صدیقی نے ایک جگہ اور ارشاد فرمایا۔

”ایسے حالات میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد تمام ذاتی مفادات سے بالا تر ہو کر کرنا ضروری امر ہے، مگر نئے افسوس کی بات ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے باغی ہیں اُن کی حمایت اور وفاداری کی جائے اور ان باغیوں اور نافرمان لوگوں سے تعلقات اور اُن سے گٹھ جوڑ کیا جائے، باوجود اس کے علماء حق علماء دین، مشائخ اور یہ طریقت، جانے کیا کیا کھلوانا۔ علماء حق کی شان تو یہ ہے کہ ان

باغیوں اور اسلام کے خدایوں سے کھل کر علم بغاوت بلند کیا جائے، یہی محبتِ رسول، اور یہی خوفِ خدا کا تقاضا ہے۔“ آپ نے فرمایا کہ ”کیا موجودہ حکمران اللہ اور رسول کے احکامات کے باغی نہیں؟ اگر باغی ہیں تو دینِ اسلام ان کے خلاف ہر مسلمان کو جہاد کا حکم نہیں دیتا؟ اگر جہاد کا حکم ہے تو کتنے علماء ہیں جو اس وقت ان لوگوں کے خلاف جو نفاذِ اسلام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ جہاد کر رہے ہیں؟“

ایک تقریر میں فرمایا ”ملکِ پاکستان غیر اسلامی نظام پر چل رہا ہے۔ اسلام کے مدعی کو ان کے خلاف بغاوت کرنے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔“ آپ فرماتے ہیں۔ ”یہ کیسی ولایت ہے، یہ اسلام دوستی ہے، یہ کیسا عشقِ رسول کا دعویٰ ہے؟ نہیں نہیں بلکہ یہ کیسی مسلمانی ہے، کہ اُن منافقین حکمرانوں کے خلاف احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے آواز اُن کے حلق سے نہیں نکلتی، افسوس صد افسوس۔

جبکہ اُن کے ظلم و ستم، رشوت، سفارش، شراب نوشی، ناچ، گانے، شخصی آمریت، یزیدیت، اور فرعونیت سے نجات دلانا، ظالم و جابر، حاکموں کے ظلم و ستم سے مظلوم انسانوں کو بچانا، ان کے سامنے اعلاءِ کلمۃ الحق بلند کرنا، علمائے حق پر فرض ہے۔ جہاد اور اعلاءِ کلمۃ اللہ سے جی چرانے والا کبھی عاشقِ رسول نہیں ہو سکتا۔“

آپ نے مزید ارشاد فرمایا ”اسلام کے عادلانہ نظام سے جان چھڑانا اور وقت کے عیاش اور جابر و ظالم حکمرانوں کے خلاف آواز بلند نہ کرنے والا“ ولی اللہ ہو ہی نہیں سکتا۔“

ایک مقام پر ارشاد فرمایا ”دینِ اسلام نے ایسے ظالموں کے خلاف جہاد کا

حکم دیا ہے، اُن کے سامنے عدل و انصاف، مساوات، انسانی حقوق کے تحفظ اور تحفظِ ناموس رسالت، نظامِ مصطفیٰ کی بات کرنا، اُن کے ظلم کے خلاف آوازِ حق بلند کرنا، یہی عشقِ رسول ہے، اور یہی ایمان کا تقاضا ہے۔ "اور یہی سنتِ امام حسین بھی ہے۔"

آپ نے ارشاد فرمایا "اِن نام نہاد سیاسی شعبہ بازوں کے خلاف ہر وقت لوگوں کو پیغامِ حق پہنچانا۔ جو لوگوں کی جانوں پر کھیل کر اقتدار کے مزے لے رہے ہیں اُن کے خلاف آواز بلند کرنا، اُن کی عیاشیوں اور بد معاشریوں کا حساب لینا، اسلامی نظام کے نفاذ کی بات کرنا، عدل و انصاف کے قیام کے لیے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کرنا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں کے خلاف لڑنا، علماءِ حق کا مشن ہے، یہ سنتِ حسنی ہے اور سنتِ انبیاء بھی ہے اور یہی عاشقانِ مصطفیٰ کا مکمل ہے۔ جو ان امور سے گھبرائے اور باوجود اس کے وہ متقی پرہیزگار عاشقِ رسول، بنتا پھرے اور ولایت و مجددیت کے دعوے کرے تو اس سے بڑھ کر اسلام کے ساتھ خیانت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔" امام شاہ احمد نورانی نے ارشاد فرمایا۔ "آج اسلاف کے کارنامے محض محفلوں کی زینت اور ذہنی عیاشی کے لیے بیان کیے جاتے ہیں، جن صلیبی قوتوں سے ہمارے اسلاف صدیوں تک لکراتے رہے آج ہم اُن ہی اسلام دشمن صلیبیوں کے ریزہ خوار اور وفادار حکمرانوں کے خلاف آواز تک بلند کرنا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ جو کوئی اُن کے خلاف آواز بلند کرے اُن کو بھی برا سمجھا جاتا ہے۔ یہ ان کا تقویٰ اور پرہیزگاری اور عشقِ رسول ہے۔"

(نعوذ باللہ من ذالک)

تَجَانُّدِ حَيَاتِ دُنْیَا کا جہان



میں نے لاہور صبرِ رحیم کے مجاہد کا اعانہ



اسلامی ثقافت و اقدار کے محافظ صرف مدارس دینی مدارس ہیں

دینی مدارس دراصل علمی سپوت پیدا کرنے کی فیکٹریاں ہیں

اللہ تعالیٰ رب العزت کی وسیع و عریض زمین پر پھیلے ہوئے، دینی مدارس یقیناً تحفظ اسلام کے ضامن ہیں، جہاں پر تعلیم و تربیت، دین اسلام کی نشر و اشاعت اور فرزندان اسلام زبور علم و عمل سے آراستہ ہو کر دین اسلام کی تبلیغ کا عظیم فریضہ سرانجام دیتے ہیں، جہاں پر علماء و فضلاء اور حفاظ کرام اپنے سروں پر تاج علم و فضل سجائے دین و سنت کے چراغ روشن کرتے ہیں، ان علم و ادب کے گلشنوں سے دین اسلام کے آبیاری و شادابی ہوتی ہے ان دین اسلام کے قلعوں سے اسلام مخالف قوتوں، عیسائیت و یہودیت اور قادیانیت جیسے خطرناک جراثیموں کے خاتمے کی ادویات تیار کی جاتی ہیں، لیکن بعض بد نصیب دینی اداروں میں منہاج القرآن کی آڑ میں فکری ارتداد اور مسکیت، یہودیت نوازی، عیسائیوں کو بلا کر کرمس ڈے منا کر دین اسلام کی جگہ ہنسائی و رسوائی کے اسباب پیدا کر رہے ہیں اور بعض پر وہشت گردی کے الزامات ہیں جبکہ اسلام اور وہشت گردی دو متضاد چیزوں کا نام ہے چنانچہ دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں یہ شخص دین اسلام کی مذہبی روایات کو بدنام کر رہے ہیں مگر الحمد للہ خالصتاً دینی ادارے ان سب خرافات کے مخالف ہی نہیں بلکہ ہمہ وقت ان کے سد باب کے لئے شب و روز کوشاں ہیں بلکہ دین اسلام کی پاکیزہ اقدار و روایات اور دین اسلام کے ابدی اصولوں کی آبیاری کر رہے ہیں، ان دینی اداروں، مذہبی مدرسوں اور اسلامی

درگاہوں میں **”الجامعة اسلامیہ مستطاج الفرقان (ٹرسٹ)“**

ST-16، بلاک 13 گلستان جوہر کراچی، زیر تعمیر و تکمیل ہے جس کی نگرانی حضرت علامہ مولانا مفتی محمد بشیر قادری مہتمم دارالعلوم ہذا حسن و خوبی سے سرانجام دے رہے ہیں اہل عقیدت و ثروت اور مختیر حضرات سے تعاون کی اپیل ہے۔

منجانب: ٹرسٹی انتظامیہ دارالعلوم ہذا

رابطہ: 0321-2907739